کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہونچنے کے آثار ظاہر نہیں ہو سکے ہیں۔ بابری مسجد رام جنم بھومی کے قضیہ کے ہمہ گیر ہونے کے ملک بھر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے جذبات، شدت اور اشتعال کے اس درجہ تک پہونچ گئے جن کی کوئی مثال، آزادی کے بعد اور آزادی سے پہلے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس جذباتی اُبھار اور مشتعل فضا کی شدت اور ہمہ گیری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یکم فروری ۱۹۸۶ء سے لے کر اب تک ملک بھر میں ۴۵ مقامات پر فرقہ وارانہ فسادات اور پولیس تصادم کے واقعات پیش آ چکے ہیں، جن میں ۴۵ افراد ہلاک اور ۳۲۷ افراد زخمی ہوئے۔ لٹنے اور برباد ہونے والی املاک کا کوئی تخمینہ، سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر دستیاب نہیں ہے۔

پھر ابھی، بابری مسجد کے صدمہ سے ہوش میں آنے کا موقع بھی نہ ملا تھا کہ یکساں سول کوڈ کی آمد آمد کا غلغلہ ہندوستان کے قومی پارلیمانی حلقوں، اور مسلمانوں کے دینی حلقوں میں اٹھ کھڑا ہوا، اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رہنما مسلم مطلقہ خواتین کے ترمیمی بل کی کامیابی سے پوری طرح خوش بھی نہ ہونے پائے تھے کہ انہیں یکساں سول کوڈ کے مقابلہ کے لئے دوبارہ کمرکس کر میدان میں اترنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ اور اب وہ مسلمانوں کو دوبارہ آواز دے رہے ہیں کہ وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف جس استقامت اور مضبوطی کے ساتھ لڑ چکے ہیں، اسی طرح کے اتحاد اور جوش و خروش کا ثبوت وہ یکساں سول کوڈ کے خلاف مظاہروں کے سلسلے میں بھی دیں۔ یہ تمام واقعات اور ان سے متعلق مسلم قیادت کا رویہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انھوں نے ملت کے اجتماعی موقف اور اس کے مستقبل کے دفاع کے لئے کوئی ٹھوس پروگرام اور دور رس حکمت عملی طے کرنے کے بجائے، مسلمانوں کی اجتماعیت کے لئے خطرناک مسائل کے مقابلہ کے لئے وقتی جد و جہد کا رویہ اختیار کر رکھا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مسلمانوں کے بنیادی کام جوں کے توں معطل پڑے ہیں اور انہیں ان وقتی مسائل کے مقابلے سے ہی فرصت نہیں مل رہی ہے، جو ایک کے بعد ایک کر کے، ان کے سامنے آ رہے ہیں، اور جن کا اصل مقصد آر ایس ایس کے فلسفہ کے مطابق، مسلمانوں کو ذہنی طور پر انتشار اور خوف میں مبتلا کر کے، اس ملک پر ہندوؤں کی حاکمیت اور ملکیت کے دعوے کو تسلیم کرنے پر مجبور کرنا ہے۔

کبھی کبھی موجودہ عہد، اسی کے تقاضوں کے دباؤ کے نتیجہ میں اس عظیم کام کی ضرورت کا احساس مسلم قیادت میں پیدا ہوتا ہے، جو آزاد ہندوستان میں ان کے ذمہ آ پڑا ہے، جس وقت انھوں نے مسلمانوں کے لئے شرعی احکام کو قانونی زبان میں مرتب کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو در حقیقت وقت کے

اسی تقاضے کو تسلیم کرنے کا ثبوت پیش کیا تھا۔

راجیہ سبھا میں وزیر قانون اشوک سین، اور وزارت قانون کے وزیر مملکت ایچ آر گوکھلے کے بیانات سے جو بات مترشح ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ کم از کم موجودہ بجٹ سیشن میں لوک سبھا یا راجیہ سبھا میں یکساں سول کوڈ بل پیش نہیں ہوگا۔ ویسے بھی بجٹ سیشن سے پہلے پارلیمنٹ کے ایجنڈہ میں یکساں سول کوڈ بل کو شامل نہیں کیا گیا تھا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حکومت نے اس بل کو پیش کرنے ارادہ ختم کر دیا ہے، یا وہ اس دباؤ کے مقابلے کے لئے تیار ہے، جو اپوزیشن پارٹیوں اور خود حکمراں کانگریس (۱) کے اندرونی حلقوں کی طرف سے اس بل کو جلد از جلد پیش کرنے کے لئے پڑ رہا ہے، اگر مسلمانوں کی طرف سے جلد از جلد کوئی اثباتی رویہ اختیار نہ کیا گیا تو چاہے مسلمان سڑکوں اور کوٹھوں پر کھڑے ہوکر اپنی چیخوں سے آسمان سر پر اٹھالیں، وہ اس بل کو منظور کرانے کی راہ میں ذرا بھی رکاوٹ نہ بن سکیں گے۔

یہ بات کہ ہم یہ نہیں چاہتے، اور یہ نہیں کرنا چاہتے، جمہوری نظام میں ذرا بھی اہمیت نہیں رکھتا نہ ہی اس رویہ کو نا قابل توجہ سمجھا جا سکتا ہے۔ جب تک آپ یہ نہ بتائیں کہ فلاں چیز آپ نہیں چاہتے اس کے بجائے فلاں چیز چاہتے ہیں اس وقت تک آپ نہ تو جمہوری تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں نہ ہی اپنے رویہ کو قابل قبول بنا سکتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔پرانی مثال لینی ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی تحریک صرف اس لئے کامیاب ہوئی کہ اس کے علم برداروں کا رویہ خواہ کتنا ہی غلط اور دور اندیشی سے محروم تھا لیکن بہرحال ایک مثبت رویہ تھا، وہ پوری صفائی کے ساتھ کہہ رہے تھے کہ ہمیں پاکستان چاہئے ــــ ان کے برعکس پاکستان کے مخالفوں کا رویہ سرتاسر منفی تھا، وہ نہیں ملے گا پاکستان ــــ کا نعرہ تو حلق کی پوری قوت کے ساتھ لگاتے تھے، لیکن یہ نہیں بتاتے تھے کہ پاکستان نہ ملے تو اس کا متبادل کیا ہوگا۔ خود مولانا آزاد کی شہادت ہے کہ شملہ کانفرنس کے وقت تک کانگریس کے پاس مستقبل کے آزاد ہندوستان کے طرز حکومت کے بارے میں کوئی مرتب پروگرام نہیں تھا۔ اس لئے جب لارڈ ویول نے کانگریس سے پوچھا کہ وہ آزاد ہندوستان میں کس طرح کا نظام قائم کریگی تو کانگریس کی پوری قیادت ہکا بکا رہ گئی، بالآخر مولانا آزاد نے ہی وہ فارمولا، مستقبل کے سیاسی نقشہ کے نام سے مرتب کرکے پہلے کانگریس پھر لارڈ ویول کے سامنے پیش کیا جو بعد کو اے بی سی یونٹ فارمولے کے نام سے موسوم ہوا،

[redacted]

ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اس نعرے کو پاکستان کی تحریک کے شباب کے زمانے میں عوام کے سامنے پیش کیا جاتا اور اس کی حمایت کے لئے عوامی سطح پر مہم چلائی گئی ہوتی تو مسلم عوام کو پاکستان کے قبول یا رد کرنے کے لئے ایک کافی عرصے کی مہلت مل جاتی، لیکن اس کے بجائے اس وقت تک نہیں ملے گا پاکستان کے نعرے کے ذریعہ، لے کے رہیں گے پاکستان کا مقابلہ کیا گیا جب تک کہ پاکستان کا موقف مسلم عوام کے ذہنوں پر اس درجہ چھا گیا کہ اس کے ہٹنے اور مٹنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔

اس کے برعکس شاہ بانو کیس کی ایک نئی مثال ہے، جس میں مسلم قیادت نے صرف سپریم کورٹ کے فیصلہ کو نہ ماننے کے اعلان تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ دفعہ ۱۲۵ کے مقابلہ میں، ان تمام سہولتوں اور راحتوں کو باقاعدہ مرتب کر کے، ایک بہتر متبادل کی صورت میں وزیر اعظم راجیو گاندھی کے سامنے پیش کر دیا، جو اسلامی قانون شریعت کی رو سے مطلقہ خواتین کو حاصل ہو سکتی تھیں، اس مثبت رویہ کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وزیر اعظم راجیو گاندھی اس سے متاثر ہوئے اور انھوں نے ان تمام چیزوں کو مسلم مطلقہ خواتین قانون میں شامل کرنے پر نہ صرف یہ کہ آمادگی ظاہر کی بلکہ وہ اس موقف سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ پھر انھوں نے اس قانون کے خلاف کسی دباؤ کو قبول نہیں کیا، حالانکہ اس دباؤ کی وسعت اور شدت ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں بے مثال تھی۔

اب بالکل یہی صورت یکساں سول کوڈ بل کے سلسلے میں مسلمانوں اور پورے ملک کو درپیش ہے، اور اس صورت حال کے تقاضے کے مطابق، اگر مسلم قیادت صرف اختیاری اور غیر اختیاری یکساں سول کوڈ بل کی مخالفت تک اپنے آپ کو محدود رکھتی ہے، اور اس منفی رویہ سے آگے بڑھ کر شاہ بانو کیس کی طرح کوئی مثبت اور متبادل چیز پیش نہیں کرتی تو صرف مخالفت کے ذریعہ خواہ وہ کتنی ہی شدید اور تیکھی کیوں نہ ہو، یکساں سول کوڈ کے سرکاری مسودہ میں ذرا بھی تبدیلی کا نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔

وزارت قانون کے جدید مملکتی وزیر ایچ آر بھاردواج نے راجیہ سبھا میں مسلم قیادت کی ایک طرح کی شکایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسلمانوں کے نمائندے وزیر اعظم راجیو گاندھی کے ساتھ اپنی گذشتہ ملاقات کے وقت یہ وعدہ کر گئے تھے کہ وہ مسلم پرسنل لا کی ان باتوں سے متعلق ایک باقاعدہ مرتب شدہ قانونی مسودہ وزیر اعظم کے سامنے پیش کر دیں گے، جن کا وہ یکساں سول کوڈ بل میں تحفظ چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد وہ نہ تو دوبارہ وزیر اعظم کے پاس آئے نہ انھوں نے اپنے وعدہ کے مطابق مذکورہ قانونی مسودہ [illegible]

کا مسودہ بالکل تیار ہے لیکن وہ اس سے پہلے مسلمانوں کے مجوزہ مسودہ کو بھی دیکھ لینا چاہتی ہے اس لئے اسے اس مسودہ کا انتظار ہے، جسے پیش کرنے کا وعدہ مسلم نمائندے وزیر اعظم راجیو گاندھی سے کرکے گئے تھے۔

ہم اس سلسلے میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ یا دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مسلم پرسنل لا کو کوڈی فائی یعنی جدید قوانین کی ہیئت میں مرتب کرنے کا کام کس مرحلہ تک پہونچا ہے کیونکہ ہمیں اس کے بارے میں قطعی معلومات نہیں ہیں، لیکن اِدھر اُدھر سے ملنے والی خبروں سے کچھ اس طرح کا تاثر ضرور ہوتا ہے کہ پٹنہ اور پھلواری شریف میں، مولانا منت اللہ رحمانی کی نگرانی میں یہ کام کیا جارہا ہے۔ اگر ہمارا قیاس صحیح ہے تو اس کام کو عجلت اور تیز رفتاری کے ساتھ پورا کر لینا بہت ضروری ہے، کیونکہ اس کے لئے ہماری نظر میں اب مہلت بہت کم رہ گئی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اس کام کو پورا کرنے کے بعد، اپوزیشن اور حکمراں پارٹی کے ممبران پارلیمنٹ کی ایک ایسی کمیٹی کے حوالے کر دیا جائے جو قانون سازی میں درک رکھتی ہو، اور ان ہی سے اس مسودہ کو باقاعدہ قانونی اصطلاحی شکل میں مرتب کرانے کے بعد علماء کی ایک کمیٹی اس کا پورے طور پر جائزہ لے لے، اور اس کے بعد اس مسودہ کو وزیراعظم یا وزارت قانون کے حوالے کر دے، لیکن اس سے پہلے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک وفد، وزیر اعظم یا وزیر قانون اشوک سین سے مل کر، انھیں اس مجوزہ مسودہ کے بارے میں پیش رفت سے مطلع کر دے تاکہ انھیں اطمینان ہو سکے کہ مسودہ مرتب کرنے کا کام ہو رہا ہے۔

یہ بات ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ وزیر قانون بھاردواج کے راجیہ سبھا میں یہ کہہ دینے کے بعد کہ حکومت مسلم نمائندوں کے موعودہ مسودہ کا انتظار کر رہی ہے، حکومت کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے، اور وہ کسی بھی وقت یہ کہہ کر یکساں سول کوڈ کے سرکاری بل کو پارلیمنٹ میں ...... پیش کر سکتی ہے کہ حکومت اس سلسلے میں مسلم نمائندوں کے اس مسودہ کا انتظار کرنے کے بعد، یہ قانون اس وقت پیش کر رہی ہے کہ اس کی یاد دہانی کے باوجود نہ تو مسلم نمائندوں میں سے کسی نے حکومت سے رابطہ قائم کیا نہ ہی وہ مسودہ حکومت کو موصول ہوا جس کا وعدہ وہ وزیر اعظم سے کر گئے تھے۔